بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

شراءُ الأُضحية بنيةِ التضحية

و

شراء الفقير قبل ايام النحر

قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کے بعد اس کی قربانی واجب ہونے نہ ہونے
کے متعلق فقہائے کرام کے اقوال ومستدلات
ایامِ اضحیہ میں یا اس سے قبل قربانی کی نیت سے جانور خریدنے پر حنفیہ کے اقوال
اور اس سلسلہ میں راجح قول

مؤلف
مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: شراءُ الأُضحية بنيةِ التضحية

مؤلف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اول:

صفحات: 41

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی پاکستان

فون 051-5507270 فیکس 051-5780728

www.idaraghufran.org

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (من جانبِ مؤلف)	5
(1) **شراءُ الأُضحیۃ سے متعلق احادیث وروایات**	6
عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کی حدیث	7
حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا واقعہ	10
عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی روایت	12
ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا اثر	16
عمر رضی اللہ عنہ کی ’’ھدی‘‘ کی تبدیلی سے متعلق حدیث	17
شراءُ الأُضحیۃ سے متعلق فقہائے کرام کے اقوال	20
شافعیہ کا قول	//
حنابلہ کا قول	21
مالکیہ کا قول	22

	حنفیہ کا قول	28
	خلاصہ	35
	(2) عند الحنفية شراءُ الفقير قبل ايام النحر کا حکم	36
	”ردُّ المحتار “ کا حوالہ	//
	حنفیہ کی دیگر کتبِ فقہ کا حوالہ	37
	”کفایتُ المفتی“ کا حوالہ	39
	”احسنُ الفتاویٰ“ کا حوالہ	//
	اس سلسلہ میں حنفیہ کا راجح قول	41

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

حنفیہ کی مشہور روایت کے علاوہ خود حنفیہ کی ایک روایت کے مطابق اور حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے راجح قول کے مطابق قربانی کی نیت سے جانور خرید لینے کی صورت میں، اس کی قربانی واجب نہیں ہوتی، بغیر اس تفصیل کے کہ خریدنے والا شخص غنی و مالدار ہو، یا فقیر وغریب ہو۔

البتہ حنفیہ کی مشہور روایت کے مطابق غریب وفقیر آدمی، جس پر قربانی واجب نہ ہو، وہ اگر قربانی کی نیت سے جانور خرید لے، تو اس کو نذر و منت کا حکم حاصل ہو جاتا ہے، اور اس متعین جانور کی قربانی اس پر واجب ہو جاتی ہے۔

بعض کتبِ فقہ وفتاویٰ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مشہور روایت والا مذکورہ حکم اس صورت کے ساتھ خاص ہے، جبکہ ایامِ اضحیہ کے اندر جانور کی خریداری کی جائے، اور ایامِ اضحیہ سے قبل خریداری کرنے کی صورت میں یہ حکم نہیں۔

اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے بندہ نے آنے والا مضمون تحریر کیا ہے، جس کو علمی و تحقیقی سلسلہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان خان

15/شوال/1438ھ 11/جولائی/2017ء بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(1)

شراءُ الأُضحیۃ سے متعلق احادیث وروایات

سب سے پہلے تو یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اگر جانور کی قربانی کی زبان سے نذر ومنت مان لی جائے، تو اکثر وجمہور فقہائے کرام کے نزدیک قربانی واجب ہوجاتی ہے، البتہ مالکیہ کا اس میں ایک قول عدمِ وجوب کا بھی ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

اور اگر جانور کی قربانی کی نذر ومنت نہ مانی جائے، بلکہ قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا جائے، تو حنفیہ کی مشہور روایت کے علاوہ، حنفیہ کی ایک روایت کے مطابق اور حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے راجح قول کے مطابق قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کے نتیجہ میں اس کی قربانی واجب نہیں ہوتی، اور ان کے نزدیک قربانی کی نیت سے جانور خریدنا نذر ومنت کا حکم نہیں رکھتا۔

---

[1] الأضحية المنذورة:

اتفق الفقهاء على أن نذر التضحية يوجبها، سواء أكان الناذر غنيا أم فقيرا، وهو إما أن يكون نذرا لمعينة نحو :لله على أن أضحى بهذه الشاة، وإما أن يكون نذرا فى الذمة لغير معينة لمضمونة، كأن يقول :لله على أن أضحى، أو يقول :لله على أن أضحى بشاة .

فمن نذر التضحية بمعينة لزمه التضحية بها فى الوقت، وكذلك من نذر التضحية فى الذمة بغير معينة، ثم عين شاة مثلا عما فى ذمته، فإنه يجب عليه التضحية بها فى الوقت .

وصرح الشافعية بأن من نذر معينة، وبها عيب مخل بالإجزاء صح نذره، ووجب عليه ذبحها فى الوقت، وفاء بما التزمه، ولا يجب عليه بدلها .

ومن نذر أضحية فى ذمته، ثم عين شاة بها عيب مخل بالإجزاء لم يصح تعيينه إلا إذا كان قد نذرها معيبة، كأن قال :على أن أضحى بشاة عرجاء بينة العرج .

وقال الحنابلة مثل ما قال الشافعية، إلا أنهم أجازوا إبدال المعينة بخير منها، لأن هذا أنفع للفقراء .

ودليل وجوب الأضحية بالنذر :أن التضحية قربة لله تعالى من جنسها واجب كهدى التمتع، فتلزم بالنذر كسائر القرب، والوجوب بسبب النذر يستوى فيه الفقير والغنى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵،ص ۷۹،مادة "أضحية")

www.idaraghufran.org

جبکہ حنفیہ کی اس سلسلہ میں ایک روایت تو جمہور فقہائے کرام کے مطابق ہے، اور دوسری روایت جو کہ مشہور روایت ہے، اس کے مطابق غنی ومالدار کے جانور خریدنے پر اس جانور کی متعین طور پر قربانی واجب نہیں ہوتی، اور فقیر وغریب پر واجب ہو جاتی ہے۔

اور بعض حنفیہ کے نزدیک غنی وفقیر کی تقسیم کے بغیر ہر ایک پر واجب ہو جاتی ہے۔

فقہائے کرام ومشائخِ عظام نے اپنے اپنے انداز میں بعض احادیث وروایات وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔

پہلے اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ مختلف فقہائے کرام کی عبارات اور ان کے اقوال ذکر کیے جائیں گے۔

عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ دِيْنَارًا يَشْتَرِيْ لَهُ بِهِ شَاةً، فَاشْتَرٰى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ، وَجَاءَ هُ بِدِيْنَارٍ وَشَاةٍ، فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِيْ بَيْعِهِ، وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٣٦٤٢، كتاب المناقب، دارطوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ بارقی کو ایک دینار دیا، تاکہ وہ (بطورِ وکیل) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (قربانی کی) ایک بکری خریدیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس ایک دینار کی دو بکریاں خریدلیں، پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے بدلے میں فروخت کر دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دینار اور بکری کو لے کر حاضر ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خرید وفروخت میں برکت کی دعا فرمائی، جس کے بعد حضرت عروہ اگر مٹی

www.idaraghufran.org

بھی خرید لیتے تھے، تو اس میں بھی انہیں نفع ہوتا تھا (بخاری)

مسند احمد میں حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهُ بِدِيْنَارٍ يَشْتَرِیْ لَهُ أُضْحِيَّةً، وَقَالَ مَرَّةً: أَوْ شَاةً، فَاشْتَرٰى لَهُ اثْنَتَيْنِ، فَبَاعَ وَاحِدَةً بِدِيْنَارٍ، وَأَتَاهُ بِالْأُخْرٰى، فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِیْ بَيْعِهِ فَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ١٩٣٥٦) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط البخارى. وقوله: سمعت الحى. يعنى قبيلته، قال الحافظ فى "فتح البارى: 6/634" وهذا يقتضى أن يكون سمعه من جماعة أقلهم ثلاثة. قلنا: وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين. سفيان: هو ابنُ عُيينة، وشَبيب: هو ابن غَرْقدة، وعروة البارقى: هو ابنُ أبى الجعد، وسيرد ذكرُ أبيه برقم (19357).

وقد تكلموا فى صحة إسناد هذا الحديث لإبهام الحى، فذهب البيهقى -كما فى "السنن الصغير-"، والخطابى والرافعى -فيما حكاه الحافظ عنهما -إلى تضعيفه، وسمَوه مرسلاً، أو غير متصل، فقال الحافظ: الصوابُ أنه متصلَ، فى إسناده مبهم، إذ لا يُقال فى إسنادٍ صرَّح كل مَنْ فيه بالسماع من شيخه: إنه منقطع، وإن كانوا أو بعضُهم غيرَ معروف.

وقد وافقهم الحافظ على أن الحديث بهذا ضعيفٌ للجهل بحالهم، لكنه حين ردَّ على ابن القطان -الذى ذهب إلى أن هذا الحديث ليس على شرط البخارى، وأن البخارى لم يُرد بسياق هذا الحديث إلا حديث الخيل الذى أورده بعده، وأنه لم يحتجَّ به. لإبهام الواسطة فيه بين شبيب وعروة -قال (يعنى الحافظ) : هو كما قال، لكن ليس فى ذلك ما يمنع تخريجه، ولا يحطُه عن شرطه، لأن الحى يمتنع فى العادة تواطؤهم على الكذب، ويُضاف إلى ذلك ورودُ الحديث من الطريق التى هى الشاهد لصحة الحديث.

قلنا: يعنى أن الحافظ قد قوّى الحديث بطريقه الأخرى التى سترد برقم (19362) ، وقوّاه كذلك بشاهد آخر من حديث حكيم بن حزام.

قلنا: وممن توقَّف فى صحة الحديث الشافعيُّ، فحكى الحافظ عنه أنه تارة قال: لا يصحُّ، لأن هذا الحديث غيرُ ثابت، وهذه رواية المُزنى عنه، وتارة قال: إن صحَّ الحديث قلت به، وهذه رواية البُويطى.

وأخرجه الشافعى فى "مسنده 2/159-160 "(بترتيب السندى)- ومن طريقه البيهقى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دینار دیا، تا کہ وہ (بطورِ وکیل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربانی کی ایک بکری خریدیں، اور ایک روایت میں بکری خریدنے کا ذکر ہے (قربانی کا ذکر نہیں) پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس ایک دینار کی دو بکریاں خرید لیں، پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے بدلے میں فروخت کر دیا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دینار اور ایک بکری کو لے کر حاضر ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خرید وفروخت میں برکت کی دعا فرمائی، جس کے بعد حضرت عروہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تھے، تو اس میں بھی انہیں نفع ہوتا تھا (مسند احمد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی "معرفة السنن والآثار "(12071)- ، والحميدى (843)- ومن طريقه الطبرانى فى "الكبير 17/ "(412)- ، والبخارى (3642) - ومن طريقه البيهقى فى "السنن" -6/112عن على ابن المدينى، وأبو داود (3384) عن مسدَد، والبيهقى فى "السنن" 6/112، و"السنن الصغير "(2150) ، و"دلائل النبوة 6/220 "من طريق سعدان بن نصر، خمستهم عن سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد.

وخالف ابنُ أبى شيبة، فأخرجه -14/218ومن طريقه ابن ماجه (2402) ، والطبرانى فى "الكبير -17/413 "عن ابن عُيينة، عن شبيب، عن عروة .لم يذكر بين شبيب وعروة أحداً .وأخرجه كذلك عبد الرزاق (14831) من طريق الحسن بن عُمارة، عن شَبيب، عن عروة .قال سفيان بن عيينة -فيما نقله الحميدى، وحكاه البخارى- وكان الحسن بن عمارة سمعته يحدثه فقال فيه :سمعتُ شبيباً يقول :سمعت عروة . فلما سألتُ شبيباً قال :لم أسمعه من عروة، حدثنيه الحى عن عروة .قال الحافظ :وهذا هو المعتمد.

قلنا :والحسن بن عُمارة ضعيف، قال الحافظ :هو أحد الفقهاء المتفق على ضعف حديثهم، وذكر أن رواية ابن المدينى -ومن وافقه -تدلُّ على أنه وقعت فى رواية من لم يذكر الحيَّ تسوية.

وسيرد من طريق أخرى بالرقمين (19362) و (19367).

وله شاهد من حديث حكيم بن حزام عند أبى داود (3386) ، والترمذى (1257) ، والدارقطنى فى "السنن3/9 "، والبيهقى .6/112-113وفى إسناده مجهول(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

یہ روایت سنن ابی داؤد میں بھی مروی ہے۔ [1]

مذکورہ واقعہ میں قربانی کی نیت سے خریدی ہوئی ایک بکری کو فروخت کرنے اور اس سے ایک دینار حاصل کرنے کا ذکر ہے، اور اس دینار کو صدقہ کرنے کا ذکر نہیں۔

جس کے پیشِ نظر جمہور فقہائے کرام قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اس کی قربانی واجب نہ ہونے کے قائل ہیں، خواہ خریدنے والا غنی وصاحبِ نصاب ہو، یا فقیر وغیر صاحبِ نصاب ہو۔

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حبیب بن ابی ثابت، حضرت حکیم بن حزام سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ يَشْتَرِیُ

---

[1] حـدّثـنا مُسدَّدٌ، حدَّثنا سفيانُ، عن شَبيبِ بن غَرْقَدةَ، حدَّثنى الحيُّ عن عُروةَ -يعنى البارقيَّ- قال: أعطاه النبى -صلَّى الله عليه وسلم- ديناراً يشترى به أُضحيةً أو شاةً، فاشترى شاتَين، فباع إحداهما بدينار، فأتاه بشاةٍ ودينارٍ، فدعا له بالبركةِ فى بيعِه، فكان لو اشترى تُرَابا لربح فيه (سنن أبى داود، رقم الحديث ٣٣٨٤، كتاب البيوع، باب فى المضارب يخالف)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح. وتضعيف الخطابى والبيهقى وغيرهما هذا الحديث بإبهام الحيِّ الذين حدّثوا شبيب ابن غرقدة، غير صحيح، فقد أخرجه البخارى، وقال الحافظ فى "الفتح" 6/ 635: ليس فى ذلك ما يمنع تخريجه ولا ما يحطُّه عن شرط البخارى، لأن الحى يمتنع فى العادة تواطؤهم على الكذب، ويضاف إلى ذلك ورود الحديث من الطريق التى هى الشاهد لصحة الحديث. قلنا: هى الطريق الآتية بعده. ونقل الحافظ أن الشافعى توقف فيه، فتارة قال: لا يصح، وهذه رواية المزنى عنه، وتارة قال: إن صح الحديث قلت به وهذه رواية البويطى.

وأخرجه البخارى (3642) عن على ابن المدينى، عن سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد.

وأخرجه ابن ماجه (2402) عن أبى بكر بن أبى شيبة، عن ابن عيينة، عن شبيب، عن عروة -فأسقط من إسناده الحيِّ الذين حدثوا شبيبا. لكن قال سفيان بن عيينة -فيما نقله الحميدى (843)، وحكاه البخارى بإثر روايته:- كان الحسن بن عمارة جاء نا بهذا الحديث عنه قال: سمعه شبيب من عروة، فأتيتُه فقال شبيب: إنى لم أسمعه من عروة قال: سمعت الحى يخبرونه عنه. قال الحافظ: وهذا هو المعتمد.

وهو فى "مسند أحمد. (19356)" (حاشية سنن ابى داؤد)

www.idaraghufran.org

لَـهُ أُضْـحِيَّةً بِـدِيْـنَـارٍ، فَاشْتَرٰى أُضْحِيَّةً، فَأُرْبِحَ فِيْهَا دِيْنَارًا، فَاشْتَرٰى أُخْـرٰى مَـكَانَهَا، فَجَاءَ بِالْأُضْحِيَّةِ وَالدِّيْنَارِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ، فَـقَـالَ: ضَحِّ بِالشَّاةِ، وَتَصَدَّقْ بِالدِّيْنَارِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۲۵۷، ابواب البیوع، باب بعد باب ما جاء فی اشتراط الولاء والزجر عن ذلک)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکیم بن حزام کو اپنے لئے ایک دینار کی قربانی کا جانور خریدنے کے لئے (وکیل بنا کر) بھیجا، تو انہوں نے قربانی کا جانور خریدلیا، پھر اس کو فروخت کر کے ایک دینار کا نفع کمالیا (یعنی ایک بکری کو ایک دینار میں خرید کر پھر اس کو دو دینار میں فروخت کردیا) پھر ایک دینار سے ایک اور قربانی کا جانور خریدلیا، اور پھر اس قربانی کے جانور اور ایک دینار کو لے کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بکری کی قربانی کردیجیے، اور ایک دینار کو صدقہ کردیجیے (ترمذی)

مذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

حدیث حكيم بن حزام لا نعرفه إلا من هذا الوجه، وحبيب بن أبى ثابت لم يسمع عندى من حكيم بن حزام.

ترجمہ: حکیم بن حزام کی حدیث کو ہم صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں، اور حبیب بن ابی ثابت نے میرے نزدیک حضرت حکیم بن حزام سے سماعت نہیں کی (اس لیے یہ حدیث منقطع ہوئی) (ترمذی)

یہ واقعہ سنن ابی داؤد میں بھی مروی ہے۔ [۱]

---

[۱] حدَّثنا محمدُ بن كثير العبْديُّ، أخبرنا سفيانُ، حدَّثنى أبو حُصَينٍ، عن شيخٍ من أهل المدينة عن حكيم بن حِزَام: أن رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم- بعث معه بدينار يشترى له أُضحيةً، فأشتراها بدينارٍ، وباعها بدينارَين، فرجع فاشترى له أُضحيةً بدينار، وجاء بدينار إلى النبى -صلَّى الله عليه وسلم-، فتصدق به النبى -صلَّى الله عليه وسلم-، ودعا له أن يبارَك له فى تجارته (سنن أبى داود، رقم الحديث ٣٣٨٦، كتاب البيوع، باب فى المضارب يخالف)

www.idaraghufran.org

مگر اس روایت کو بعض حضرات نے اس لیے ضعیف قرار دیا ہے کہ اس میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی کا نام مذکور نہیں۔ [1]

البتہ جو حضرات مرسل حدیث کو حجت سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک منقطع ہونا مضر نہیں ہوگا۔ [2]

عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی روایت

یہ واقعہ حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده ضعيف لإبهام الشيخ الراوی عن حكيم بن حزام .أبو حَصين :هو عثمان بن عاصم، وسفيان :هو ابن سعيد الثوری .
وأخرجه الترمذی (1302) من طريق أبی بكر بن عياش، عن أبی حَصِين، عن حبيب بن أبی ثابت، عن حكيم بن حزام .وقال الترمذی :حديث حكيم بن حزام لا نعرفه إلا من هذا الوجه، وحبيب بن أبی ثابت لم يسمع عندی من حكيم بن حزام.
وقد صحت هذه القصة عن عروة بن أبی الجعد البارقی كما فی الحديث السالف(حاشية سنن ابی داؤد)

[2] واما الكلام فی حديث حكيم بن حزام بان فيه يروی ابوحصين عن شيخ من اهل المدينة وهو مجهول ، قلت: اخرج الترمذی من حديث حبيب بن ابی ثابت عن حكيم بن حزام وقال: حبيب بن ابی ثابت لم يسمع عندی من حكيم بن حزام،قلت لم يقم دليل علی ان حبيب بن ابی ثابت لم يسمع من حكيم بن حزام ولا مانع من السماع ولو سلم فالمرسل عندنا حجة(بذل المجهود للشيخ خليل احمد السهارنفوری، ج۵ ا ص۴۷، كتاب البيوع، باب فی المضارب يخالف،مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت)

[3] حدثنا موسى بن زكريا، نا هلال بن بشر المازنی، نا عمير بن عمران العلاف، نا الحارث بن عتبة، عن حبيب بن أبی ثابت، عن عمرو بن واثلة أو عامر بن واثلة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطى حكيم بن حزام دينارا، وأمره أن يشتری به أضحية فاشترى، فجائه من أربحه فباع، ثم اشترى، ثم جاء إلى النبی صلى الله عليه وسلم بدينار وشاة، فقال: ما هذا؟ فقال: يا رسول الله، اشتريت، وبعت، وربحت، فقال له النبی صلى الله عليه وسلم:بارک الله فی تجارتک ، وأخذ الدينار وتصدق به، وأخذ الشاة فضحى بها.
لم يرو هذا الحديث عن الحارث بن عتبة إلا عمير بن عمران(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۸۳۴۶)

www.idaraghufran.org

مگر اس کی سند میں شدید ضعف پایا جاتا ہے۔ [1]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جن حضرات نے ضعیف قرار دیا، انہوں نے تو اس سے یہ استدلال کافی نہیں سمجھا کہ قربانی کا جانور خریدنے کے بعد وہ متعین طور پر واجب ہو جاتا ہے، اور اس سے جو نفع حاصل کیا جائے، اس کا صدقہ ضروری ہوتا ہے، اور اس واقعہ کے مقابلہ میں انہوں نے حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو ترجیح دی، اور وہ واقعہ مذکورہ واقعہ سے الگ ہے، کیونکہ اس واقعہ میں حضرت عروہ بارقی کے قربانی کا جانور خریدنے اور ابتداء ہی میں ایک دینار سے دو بکریاں خریدنے اور پھر ایک بکری فروخت کرنے کا ذکر ہے، جبکہ دوسرا واقعہ حضرت حکیم بن حزام کے بکری خریدنے اور ابتداء میں ایک بکری خریدنے کا ذکر ہے۔

البتہ جن حضرات نے اس منقطع حدیث کو حجت سمجھا، ان میں سے بعض حضرات نے فرمایا کہ

---

[1] قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الأوسط، وفيه عمير بن عمران قال ابن عدى :حدث بالبواطيل(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، تحت رقم الحديث ٦٨١٢،باب الوكالة وتصرف الوكيل)

وقال ابن عدى:

عمير بن عمران الحنفى بصرى.

حدث بالبواطيل عن الثقات وخاصة، عن ابن جريج.

حدثنا عبد الله بن عبد الحميد الواسطى، حدثنا محمد بن حرب النشائى، حدثنا عمير بن عمران الحنفى، حدثنا ابن جريج، عن عطاء، عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم إن الله أوحى إلى أن أزوج كريمتى من عثمان.

حدثنا ابن ناجية، حدثنا محمد بن حرب، حدثنا عمير بن عمران البصرى، عن ابن جريج، عن عطاء، عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس من البر الصيام فى السفر، حدثنا عبد الله بن عبد الحميد، حدثنا محمد بن حرب، حدثنا عمير بن عمران، عن ابن جريج، عن نافع، عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان أحدكم فى المسجد فلا يسمع أحد صوته ويشير بأصبعيه إلى أذنيه.

ولعمير بن عمران غير ما ذكرت ومقدار ما ذكرت مما رواه، عن ابن جريج لا يرويها غيره، عن ابن جريج والضعف بين على حديثه(الكامل فى ضعفاء الرجال، ج٦ص ١٣٤، ١٣٥، تحت رقم الترجمة ١٢٤٩)

www.idaraghufran.org

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چونکہ قربانی واجب تھی، اس لیے قربانی کا جانور خریدنے سے اس کی متعین طور پر قربانی واجب نہیں ہوئی تھی، لہٰذا اس کو تبدیل کرنا جائز تھا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے حاصل شدہ ایک دینار سے انتفاع کرنا بھی جائز تھا۔

البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استحساناً ایک دینار کے صدقہ کا حکم فرمایا، یا اس وجہ سے ایک دینار کے صدقہ کا حکم فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قربانی کی شکل میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی نیت فرمائی تھی، تو آپ نے اس سے انتفاع حاصل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ [1]

جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قربانی واجب نہیں تھی، اور آپ

---

[1] يشكل على الحنفية اذ قالوا ان المتطوع يجب مشتراه، وقد استدل بهذا الحديث السرخسى فى "المبسوط" على ان من وجب فى ماله الزكاة فباعه يجوز البيع عندنا، ولم يجز فى قدر الزكاة عند الشافعى، اذ هو مشغول بحق الفقراء فلايجوز بيعه، ولنا حديث حكيم بن حزام فانه صلى الله عليه وسلم جوز بيع الاضحية بعد ما وجب حق الله تعالىٰ فيها اهـ مختصرا، ويمكن ان يجاب ان هذه الاضحية كانت واجبة عليه صلى الله عليه وسلم وهى لا تتعين بالشراء، ثم رايت بهذا اجاب الشيخ الكنكوهى فى "الكوكب" (تعليق على بذل المجهود للشيخ زكريا الكاندهلوى، ج١٥ ص٤٣، كتاب البيوع، باب فى المضارب يخالف، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت)

والنبى صلى الله عليه وسلم وان لم يكن غنيا الا ان الاضحية كانت واجبة عليه، وهو المعنىٰ بالغناء فكان له حكم الاغنياء فى وجوبها فيتفرع عليه التفاريع المذكورة، فان تفاوت مابين الفقير والغنى فى الاحكام انما هو منوط على وجوبها فى الذمة وعدم الوجوب ، ولذلك قلنا ان الغنى اذا عين شيئا من ذلك التضحية حرم له الانتفاع بظهر وبدره بعد ذلك ، لان الوجوب قد وجد وهو المدار، فلما باع حكيم اول المشترااتين لم يكن له فى ذلك بأس لعدم تعينها للتضحية، وطاب الفضل للنبى صلى الله عليه وسلم الا انه امر بتصدقه استحسانا لكونه قصد ان ينفق فيها دينارين (الكوكب الدرى علىٰ جامع الترمذى، ج٢ ص٣٠٨، ابواب البيوع، باب بعد باب ما جاء فى اشتراط الولاء والزجر عن ذلك، مطبوعة: مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ، الهند)

وقال الشيخ زكريا الكاندهلوى فى تعليقه: او لان ذلك الدينار حصل بربح دينار نوى صلى الله عليه وسلم صرفه فى سبيل الله بسبيل الاضحية فاراد ان لايمسك منافعه ايضا (التعليق علىٰ الكوكب الدرى علىٰ جامع الترمذى، ج٢ ص٣٠٨،٣٠٩، ابواب البيوع، باب بعد باب ما جاء فى اشتراط الولاء والزجر عن ذلك، مطبوعة: مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ، الهند)

نفلی درجہ میں تطوعاً قربانی فرمارہے تھے، لہٰذا اس جانور کو فروخت کرنا جائز نہیں تھا، اس لیے اس کے عوض جو دینار حاصل ہوا، اس کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ [1]

جبکہ بعض حضرات نے اس حدیث سے علی الاطلاق غنی وفقیر کے جانور خرید لینے کی صورت میں قربانی کے واجب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ [2]

---

[1] وجه الاستحسان :أن النبی -صلى الله عليه وسلم -دفع إلى حكيم بن حزام دينارا يشترى له بها أضحية.فاشترى بها ثم باعها بدينارين ثم اشترى شاة بدينار فجاء بالشاة والدينار إلى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وأخبره بذلک فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-بارک الله لک فی صفقة يمينک "وأمره أن يضحى بالشاة ويتصدق بالدينار . فلولا أن الأضحية لزمته بمجرد النية لما أمر بالتصدق وفيه دليل على جواز بيع الأضحية(البناية شرح الهداية،ج۱۲ ،ص ۳۲،کتاب الأضحية)

[2] قال (وإذا اشترى أضحية، ثم باعها فاشترى مثلها فلا بأس بذلک)؛ لأن بنفس الشراء لا تتعين الأضحية قبل أن يوجبها، وبعد الإيجاب يجوز بيعها فی قول أبی حنيفة ومحمد رحمهما الله ويكره، وفی قول أبی يوسف – رحمه الله – لا يجوز لتعلق حق الله تعالى بعينها، ولكنهما يقولان تعلق حق الله تعالى بها لا يزيل ملكه عنها، ولا يعجزه عن تسليمها وجواز البيع باعتبار الملک والقدرة على التسليم ألا ترى أنا نجوز بيع مال الزكاة لهذا.

والأصل فيه ما روى أن النبی – عليه الصلاة والسلام – دفع دينارا إلى حكيم بن حزام – رضی الله عنه – ليشترى له شاة للأضحية فاشترى شاة، ثم باعها بدينارين، ثم اشترى شاة بدينار وجاء بالشاة والدينار إلى رسول الله – صلى الله عليه وسلم – فأخبره بذلک .فقال – صلى الله عليه وسلم – بارک الله فی صفقتک أما الشاة فضح بها وأما الدينار فتصدق به. فقد جوز رسول الله – صلى الله عليه وسلم – بيعه بعد ما اشتراها للأضحية، وإن كانت الثانية شرا من الأولى، وقد كان أوجب الأولى فتصدق بالفضل فيما بين القيمتين أما جواز الثانية عن الأضحية فلاستجماع شرائط الجواز وأما التصدق فإنه لما أوجب الأولى فقد جعل ذلک القدر من ماله لله تعالى فلا يكون له أن يستفضل شيئا منه لنفسه فيتصدق بفضل القيمة كما أمر رسول الله – صلى الله عليه وسلم – حكيم بن حزام – رضی الله عنه – بالتصدق بالدينار.

ومن أصحابنا – رحمهم الله – من قال هذا إذا كان فقيرا أما إذا كان غنيا ممن يجب عليه الأضحية فليس عليه أن يتصدق بفضل القيمة؛ لأن فی حق الغنى الوجوب عليه بإيجاب الشرع فلا يتعين بتعيينه فی هذا المحل ألا ترى أنها لو هلكت بقيت الأضحية عليه .فإذا كان ما يضحى به محلا صالحا لم يلزمه شیء آخر وأما الفقير فليس عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا اثر

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِي الْأُضْحِيَّةَ أَوِ الْبَدَنَةَ فَيَبِيعُهَا وَيَشْتَرِي أَسْمَنَ مِنْهَا، فَذَكَرَ رُخْصَةً(المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ١٩٦٧) ؎

ترجمہ: جو قربانی کا جانور، یا بدنہ خرید لے، پھر اس کو فروخت کردے، اور اس سے بڑا جانور خرید لے، اس کے بارے میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اجازت بیان فرمائی (طبرانی)

اس روایت میں قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اس کو بیچنے اور دوسرا جانور خریدنے کا ذکر ہے، اور مالدار وفقیر کی کوئی قید مذکور نہیں، جس سے بعض حضرات نے یہ استدلال فرمایا کہ قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اس کی قربانی متعین طور پر واجب نہیں ہوتی۔

جبکہ بعض حضرات نے مذکورہ روایت کو صرف غنی و مالدار پر محمول کیا ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أضحية شرعا، وإنما لزمه بالتزامه فى هذا المحل بعينه؛ ولهذا لو هلكت لم يلزمه شىء آخر .فإذا استفضل لنفسه شيئا مما التزمه كان عليه أن يتصدق به.

قال الشيخ الإمام والأصح عندى أن الجواب فيهما سواء؛ لأن الأضحية، وإن كانت واجبة على الغنى فى ذمته فهو متمكن من تعيين الواجب فى محل فيتعين بتعيينه فى هذا المحل من حيث قدر المالية؛ لأنه تعيين مقيد، وإن كان لا يتعين من حيث فراغ الذمة(المبسوط للسرخسي، ج ١٢ ص ١٣ ، كتاب الذبائح، باب الاضحية)

؎ قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الأوسط، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، تحت رقم الحديث ٥٩٦٤، باب فيمن يشترى الأضحية ثم يستبدل بها)

عمر رضی اللہ عنہ کی ’’ھدی‘‘ کی تبدیلی سے متعلق حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَهْدٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نَجِيبًا فَأَعْطٰى بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِينَارٍ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ أَهْدَيْتُ نَجِيبًا فَأُعْطِيتُ بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِينَارٍ، أَفَأَبِيعُهَا وَأَشْتَرِيْ بِثَمَنِهَا بُدْنًا، قَالَ: لَا انْحَرْهَا إِيَّاهَا. قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا لِأَنَّهُ كَانَ أَشْعَرَهَا (سنن أبی داود، رقم الحديث ١٧٥٦، باب تبديل الهدى)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب نے ایک بختی اونٹ ھدی کے لیے حاصل کیا، پھر اس کی قیمت سو دینار لگ گئی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے ایک بختی اونٹ ھدی کے لیے لیا ہے اور مجھے اس کی قیمت میں سو دینار مل رہے ہیں، تو کیا میں اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے کوئی اور اونٹ خرید لوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اسی کو ذبح کرو۔

امام ابوداؤد نے (اس حدیث کے بارے میں) فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم اس لئے دیا تھا کیونکہ وہ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اس (اونٹ) کا اشعار کر چکے تھے (ابوداؤد)

اس حدیث میں کیونکہ ’’ھدی‘‘ کو فروخت کرنے کی ممانعت ہے، جس پر بعض حضرات نے قربانی کے جانور کو قیاس کیا ہے، اور فرمایا کہ اگر وہ ’’ھدی‘‘ تطوع تھی، تو اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں تھا، کیونکہ ’’ھدی‘‘ کی نیت سے خرید نے کی وجہ سے وہ متعین ہوگئی تھی، اور اگر وہ

”ھدی“ واجب تھی، تو یہ حدیث اولیٰ اور افضل پر محمول ہوگی۔ ١
لیکن دیگر حضرات نے اولاً تو اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ ٢
دوسرے اس حدیث کو اس صورت پر محمول کیا، جبکہ کوئی اس کی نذر مان لے۔ ٣
اور بعض حضرات، جیسے امام ابوداؤ د وغیرہ نے فرمایا کہ ”ھدی“ کا ”اشعار“ کرنے کی وجہ

---

١ قلت: ان كان الهدى الذى اهدها عمر رضى الله عنه ، تطوعا، فتبديله لايجوز، لانه لما اشتراها بنية الهدى تعينت فلا يجوز تبديلها وان واجبا عليه ، فالحديث محمول على الأولى والافضل (بذل المجهود، ج٨ص ٣٤٩، كتاب المناسك، باب تبديل الهدى، مطبوعة : دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

٢ قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف .جهم بن الجارود -وقيل :شهم بن الجارود -لم يذكروا في الرواة عنه غير أبي عبد الرحيم، وهو خالد بن يزيد الحراني، وقال البخاري في "التاريخ الكبير" 2/ 230: لا يعرف لجهم سماع من سالم، وقال الذهبي في "الميزان" :"فيه جهالة. محمد بن سلمة :هو عبد الله الباهلي الحراني.

وأخرجه أحمد (6325)، والبخاري في "التاريخ الكبير 2/ 230 "، وابن خزيمة (2911)، والبيهقي في "السنن 242 - 241 /5 "، و 9/ 288 من طريق محمد بن سلمة، بهذا الإسناد.

النجيب :قال في "النهاية :"النجيب :الفاضل من كل حيوان ...وقد تكرر في الحديث ذكر الجيب من الإبل مفرداً ومجموعاً .وهو القوي منها، الخفيف السريع .وقال في "النهاية "أيضاً :البُختية :الأنثى من الجمال البخت، والذكر بختي وهي جمال طوال الأعناق(حاشية سنن ابى داوٗد)

٣ قال البيهقي:

وبمثل هذا المعنى أجاب الشافعي فيما أوجبه من الهدايا بكلامه(معرفة السنن والآثار ، تحت رقم الحديث ١٠٩٢٢ ، ج٧ص٥٢٧، كتاب المناسك، باب الأكل من الهدى الذى يكون تطوعا دون ما كان أصله واجبا)

وقال ابن كثير:

هكذا رواه الهيثم في مسند عمر وذكره اصحاب الاطراف في مسند ابن عمر من رواية ابى داود عن النفيلي عن محمد بن سلمة به وهو في مسند احمد كما سياتي ان شاء الله تعالى وقد اختاره الحافظ الضياء في كتابه المختارة من طريق الهيثم بن كليب والله اعلم وفيه دلالة على ان من نذر هديا معينا انه لا يجوز له ابداله بوجه من الوجوه حتى ولا بما هو اجود منه واكثر ثمنا وقد رواه بعضهم فقال بختية والصحيح بنجيبه وحده النجايب والله اعلم(مسند الفاروق لابنِ كثير، ج ١ ص ٣٤٠، كتاب الحج)

سے اس کو تبدیل کرنا منع ہو گیا تھا۔

اور بعض حضرات نے تبدیلی کی ممانعت کے حکم کو اس صورت کے ساتھ خاص رکھا ہے، جبکہ اس کو کم درجہ کے جانور سے تبدیل کیا جائے۔ ۱

بہر حال مذکورہ حدیث کی صحت تسلیم کرنے کے بعد بھی اس میں مختلف احتمالات ہیں، اسی وجہ سے مختلف حضرات کی طرف سے اس حدیث سے استدلال کی توجیہات مختلف ہیں۔ ۲

واللّٰہ تعالیٰ أعلم.

---

۱ قال أبو داود: هذا لأنه كان أشعرها.

أورد أبو داود رحمه الله باب: تبديل الهدى أى: أن يبدل شيئاً اشتراه على أنه هدى بغيره، والحكم فى هذا أنه إذا كان سيبدله بما هو أحسن منه فلا بأس بذلك، وأما إذا كان سيبدله بشىء أقل منه فإنه لا يجوز.

فلو أن إنساناً اشترى شاة ليجعلها هدياً ثم بعد ذلك أراد أن يهدى بشاة أحسن وأنفس وأسمن منها فلا بأس بذلك.

وقد أورد أبو داود حديث عبد الله بن عمر: (أن النبى صلى الله عليه وسلم استأذنه عمر أن يبدل النجيب التى كان جعلها هدياً، وذلك بأن يبيعها ويشترى بثمنها بدناً، فقال: لا، انحرها إياها)، قال أبو داود: لأنه كان أشعرها، أى: أنها قد جعلت عليها علامة الهدى، وهى شق سنامها وإشعارها، فهذا هو سبب المنع عند أبى داود، وإلا فإنها إذا أبدلت بما هو أحسن منها فإن ذلك سائغ، ويكون الإبدال بالصفة، أو بالعدد، أو بهما معاً، وهذا الحديث لم يصح؛ لأن فيه رجلاً مقبولاً، وفيه أيضاً انقطاع بين الجهم بن الجارود وبين سالم فإنه لم يسمع منه(شرح سنن ابى داوٗد للعباد، كتاب المناسك، باب تبديل الهدى)

۲ فإن قيل : ففى سنن أبى داود : ثنا عبد الله بن محمد النفيلى .ثنا محمد بن سلمة عن أبى عبد الرحيم عن جهم بن الجارود عن سالم بن عبد الله عن أبيه : قال }أهدى عمر بن الخطاب رضى الله عنه نجيبة فأعطى بها ثلاثمائة دينار ؛ فأتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله إنى أهديت نجيبة فأعطيت بها ثلاثمائة دينار أفأبيعها وأشترى بثمنها بدنا ؟ قال : لا .انحرها إياها { فقد نهاه عن بيعها وأن يشترى بثمنها بدنا ؟قيل : هذه القضية – بتقدير صحتها – قضية معينة ؛ ليس فيها لفظ عام يقتضى النهى عن الإبدال مطلقا ونحن لم نجوز الإبدال مطلقا .ولا يجوزه أحد من أهل العلم بدون الأصل وليس فى هذا الحديث أن البدل كان خيرا من الأصل ؛ بل ظاهره أنها كانت أفضل (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج ۳۱ص ۲۵۱، كتاب الوقف، فصل فى جواز ابدال الكعبة ببناء ،آخر)

www.idaraghufran.org

شراءُ الأُضحیۃ سے متعلق فقہائے کرام کے اقوال

اب اس سلسلہ میں مختلف فقہائے کرام کی عبارات ملاحظہ فرمائیے۔

شافعیہ کا قول

امام نووی شافعی رحمہ اللہ ''شرحُ المہذب'' میں فرماتے ہیں:

إذا اشترى شاة ونواها أضحية ملكها ولا تصير أضحية بمجرد النية بل لا يلزمه ذبحها حتى ينذره بالقول، هذا مذهبنا وبه قال أحمد وداود، وقال أبو حنيفة ومالك تصير أضحية ويلزمه التضحية بمجرد النية، دليلنا القياس على من اشترى عبدا بنية أن يعتقه فإنه لا يعتق بمجرد النية (المجموع شرح المهذب، ج۸، ص ۴۲۶، باب الأضحية)

ترجمہ: جب بکری خریدی، اور اس کی قربانی کی نیت کی، تو وہ اس بکری کا مالک ہوجائے گا، لیکن صرف مذکورہ نیت کی وجہ سے وہ بکری قربانی کے لیے مختص نہیں ہوگی، بلکہ اس کو ذبح کرنا بھی لازم نہیں ہوگا، یہاں تک کہ زبان سے اس کی نذر و منت مان لے، یہ ہمارا مذہب ہے، اور یہی امام احمد اور امام داؤد کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک وہ محض مذکورہ نیت کی وجہ سے قربانی کے لیے مختص ہوجائے گی، اور اس کو ذبح کرنا واجب ہوجائے گا۔

ہماری دلیل اس مسئلہ پر قیاس ہے کہ جس نے آزاد کرنے کی نیت سے کوئی غلام خریدا، تو وہ صرف مذکورہ نیت کی وجہ سے آزاد نہیں ہوگا (المجموع)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ شافعیہ وغیرہ کے نزدیک قربانی کی نیت سے جانور خریدنے پر

www.idaraghufran.org

اس کی قربانی واجب نہیں ہوتی۔

حنابلہ کا قول

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ ''المغنی'' میں فرماتے ہیں:

وإيجابها أن يقول :هي أضحية وجملة ذلك أن الذى تجب به الأضحية، وتتعين به، هو القول دون النية .وهذا منصوص الشافعي .وقال مالك، وأبو حنيفة :إذا اشترى شاة أوغيرها بنية الأضحية، صارت أضحية؛ لأنه مأمور بشراء أضحية، فإذا اشتراها بالنية وقعت عنها، كالوكيل .ولنا، أنه إزالة ملك على وجه القربة، فلا تؤثر فيه النية المقارنة للشراء ، كالعتق والوقف، ويفارق البيع، فإنه لا يمكنه جعله لموكله بعد إيقاعه، وها هنا بعد الشراء يمكنه جعلها أضحية .فأما إذا قال :هذه أضحية .صارت واجبة، كما يعتق العبد بقول سيده :هذا حر .ولو أنه قلدها أوأشعرها ينوى به جعلها أضحية، لم تصر أضحية حتى ينطق به؛ لما ذكرنا (المغنى لابن قدامة، ج ۹، ص ۴۴۶، كتاب الأضاحى)

ترجمہ: اور قربانی کا وجوب اس وقت ہوتا ہے، جب کہ اس کے قربانی ہونے کا قول کرے (یعنی زبان سے نذر وغیرہ مانے) پس اس کی وجہ سے قربانی واجب ہوجاتی ہے، اور متعین ہوجاتی ہے، امام شافعی سے بھی یہی منصوص ہے، اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ جب بکری وغیرہ کو قربانی کی نیت سے خریدے، تو وہ قربانی کے لیے مختص ہوجاتی ہے، کیونکہ اس کو قربانی کے طور پر خریدنے کا حکم ہے، تو جب اس نے اس نیت سے خرید لیا، تو وہ اس کی طرف سے

واقع ہوگیا، جیسا کہ وکیل کا خریدنا، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ قربت کے طریقہ پر ملکیت کا زائل کرنا ہے، پس اس میں وہ نیت مؤثر نہیں ہوگی، جو خریداری کے ساتھ مقارن ہو، جیسا کہ عتق اور وقف، جبکہ بیع کا حکم جدا ہے، کیونکہ اس کے واقع ہونے کے بعد اس کو مؤکل کے لیے قرار دینا ممکن نہیں، اور یہاں خریدنے کے بعد اس کو اضحیہ بنانا ممکن ہے، پس جب یہ کہا کہ یہ اضحیہ ہے، تو وہ واجب ہوجائے گی، جیسا کہ غلام کے آقا کے یہ کہنے سے غلام آزاد ہوجائے گا کہ ''یہ آزاد ہے''، اور اگر کسی نے قربانی کی نیت سے جانور کو قلادہ ڈال دیا، یا اشعار کردیا، تو وہ قربانی کے لیے مختص نہیں ہوگا، یہاں تک کہ زبان سے اس کے الفاظ ادا نہ کرے، جس کی دلیل وہی ہے، جو ہم نے ذکر کی (المغنی)

مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ شافعیہ کے ساتھ ساتھ حنابلہ کے نزدیک بھی بنیتِ قربانی جانور کو خریدنے سے، وہ جانور، قربانی کے لیے مختص اور واجب نہیں ہوتا۔

مالکیہ کا قول

جہاں تک مذکورہ عبارات میں مالکیہ کی طرف قربانی کے لیے خریدے اور مختص کیے ہوئے جانور کی قربانی واجب ہونے کے قول کو منسوب کیا گیا ہے، تو یہ قول مالکیہ کی بعض کتب میں مذکور ہے، لیکن متعدد مالکیہ نے اس قول کی تردید کی ہے، اور اس کے برخلاف قربانی کی نیت سے جانور کی خریداری کرنے پر عدمِ وجوب کے قول کو معتمد وراجح قرار دیا ہے۔

اس سلسلہ میں مالکیہ کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیے۔

ابوالولید سلیمان بن خلف باجی اندلسی (المتوفیٰ: 474ہجری) فرماتے ہیں:

ولیس شراء الأضحیة لیضحی بها موجبا لکونها أضحیة ولا یتعین ذلک فیها علی سبیل الوجوب وإنما یتعین علی سبیل الوجوب

بابتداء الذبح قال القاضی أبو إسحاق :وقبل فری الأوداج لأنه قد وجد منه النية والفعل.

وقد قال القاضی أبو إسحاق وجماعة من شيوخنا :تتعين بالنية والقول باللسان وتجب بذلک کما تجب بالذبح فيکون ذلک فيها کالإشعار والتقليد فی الهدی (المنتقی شرح الموطأ، ج۳، ص۹۰، کتاب الضحایا)

ترجمہ: اور قربانی کی نیت سے جانور خریدنا اس کی قربانی کو واجب اور اس جانور کو وجوب کے طریقہ پر متعین نہیں کرتا، اور وجوب کے طریقہ پر تعیین، ذبح کی ابتداء کرنے سے ہوتی ہے، قاضی ابوسحاق نے فرمایا کہ ذبح کرتے وقت رگیں کاٹنے سے پہلے ہوتی ہے، کیونکہ اس وقت ہی قربانی کی نیت اور قربانی کے فعل کو وجود ملتا ہے۔

اور ہمارے مشائخ میں سے قاضی ابواسحاق اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ نیت کے ذریعہ سے بھی متعین ہوجاتا ہے، اور زبان سے قول کرنے سے بھی متعین ہوجاتا ہے، اور اس سے اسی طرح واجب ہوجاتا ہے، جس طرح ذبح سے واجب ہوجاتا ہے، پس اس کا حکم اس سلسلہ میں وہی ہوگا، جو حکم ھدی میں اشعار کرنے اور قلادہ پہنانے کا ہے (المنتقیٰ)

ابوالبقاء تاج الدین بہرام بن عبداللہ بن عبدالعزیز دمیاطی مالکی (المتوفی: 805 ہجری) فرماتے ہیں کہ:

وتجب بالنذر عَلَی المشهور، وبالذبح اتفاقاً .ولا يجزء ما تعيب قبله وصنع به ما شاء ؛ کأن ضل حتی مضی وقته أو حبسه کذلک ,إلا أن هذا آثم .ولا تجب بالنية ولو مع اللفظ أو عند

الشراء على المشهور فيهما، ولا بالتّسمية فقط على الأصح(الشامل فی فقه الإمام مالک، ج ۱، ص ۲۶۴ ص، باب الأضحیة)

ترجمہ: اور مشہور قول کے مطابق نذر ماننے سے (قربانی) واجب ہوجاتی ہے، اور ذبح کرنے سے بالاتفاق واجب ہوجاتی ہے، اور ذبح سے پہلے جو عیب پیدا ہوگیا، وہ کافی نہیں ہوتا، اور اس جانور کے ساتھ جو چاہے کرنا جائز ہوتا ہے، جیسا کہ اگر گم ہوگیا، یہاں تک کہ قربانی کا وقت گزر گیا، یا کہیں محبوس ہوگیا، اور قربانی کا وقت گزر گیا، تو یہی حکم ہے (کہ اس جانور کا جو چاہے کرے، خواہ غنی ہو، یا فقیر) اور قربانی کی نیت کر لینے سے اور خریدنے کے وقت الفاظ ادا کر لینے سے بھی مشہور قول کے مطابق واجب نہیں ہوتی، اور اصح قول کے مطابق صرف بسم اللہ پڑھ لینے سے بھی واجب نہیں ہوتی (الشامل فی فقه الامام مالک)

مالکیہ کی کتاب ''شرح مختصر خلیل'' میں ہے:

(ص) وإنما تجب بالنذر والذبح (ش) يعنى أن الأضحية إنما تجب بأحد شيئين إما بالنذر كما عند القاضى إسماعيل بأن يقول نذرت لله هذه الأضحية أو لله على أن أضحى بهذه الشاة مثلا وإما بالذبح كما عند ابن رشد قال ولا تتعين عند مالك إلا بالذبح ولو عطفه بأو لكان أحسن ولا تتعين بالتسمية ولا بالشراء لكن كونها تجب بالنذر خلاف المشهور والمشهور أنها لا تجب إلا بالذبح فيما يذبح أو النحر فيما ينحر ويتعين أن تكون الواو بمعنى أو ولا يصح بقاؤها على حالها (شرح مختصر خليل للخرشي، ج ۳، ص ۴۵ و ۴۶، باب حكم الأضحية والمخاطب بها وما هى منه وما يجزى فيها)

ترجمہ: اور قربانی واجب ہوتی ہے نذر کے ساتھ اور ذبح کے ساتھ، جس کی شرح

www.idaraghufran.org

یہ ہے کہ قربانی صرف دو چیزوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے واجب ہوتی ہے، یا تو نذر ماننے کی وجہ سے واجب ہوتی ہے، جیسا کہ قاضی اسماعیل کے نزدیک، مثلاً یوں کہے کہ میں نے اللہ کے لیے اس قربانی کی نذر مانی، یا اللہ کے لیے مجھ پر اس بکری کی قربانی واجب ہے، یا پھر ذبح کرنے سے واجب ہوتی ہے، جیسا کہ ابنِ رشد کے نزدیک، فرمایا کہ امام مالک کے نزدیک صرف ذبح کرنے سے ہی واجب ہوتی ہے، اور اگر ''او'' کے ساتھ عطف کرتے، تو بہتر تھا (تاکہ نذر کے ساتھ ساتھ ذبح کو بھی یہ حکم شامل ہوتا) اور بسم اللہ پڑھنے اور جانور خریدنے سے (قربانی) واجب نہیں ہوتی، البتہ نذر کے ذریعہ سے وجوب میں مشہور اختلاف ہے، اور (مالکیہ کا) مشہور مذہب یہ ہے کہ جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے، اس میں صرف ذبح سے، اور جس کا نحر کیا جاتا ہے، اس میں صرف نحر سے ہی قربانی واجب ہوتی ہے (نذر سے بھی واجب نہیں ہوتی) اور ''واؤ'' کا ''او'' کے معنیٰ میں ہونا متعین ہے، اور اپنے حال پر باقی رکھنا صحیح نہیں (شرح مختصر خلیل)

اس سے معلوم ہوا کہ متعدد مالکیہ کے نزدیک راجح ومعتمد یہ ہے کہ جانور خریدنے سے قربانی مختص یا واجب نہیں ہوتی۔ [1]

---

[1] (قوله كما عند القاضى إسماعيل) الظاهر أنه عند إسماعيل ليس الوجوب قاصرا على النذر كما هو ظاهر العبارة بل مثله الذبح.

(قوله لو تعييت بعد أحد الأمرين) أى فقول المصنف إن تعييت قبله أى قبل ما ذكر من أحد الأمرين

(قوله فليس الإجزاء بالمشهور) فى ك وعلى المعتمد من المذهب أنها لا تجب بالنذر فقول المؤلف وإنما يلزم به ما ندب ليس على عمومه (حاشية العدوى علىٰ شرح مختصر خليل للخرشى، ج٣، ص ۴۵ و ۴۶، باب حكم الأضحية والمخاطب بها وما هى منه وما يجزى فيها)

وتتعين الأضحية عند المالكية إما بالذبح أو بالنية قبله، على خلاف فى المذهب. والمعتمد المشهور فى المذهب المالكى: أن الأضحية لا تجب إلا بالذبح فقط، ولا تجب بالنذر (الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ للزحيلى، ج ١، ص ٢١۵، مقدمات ضرورية عن الفقه، المطلب الثانى عشر ۔ النية والباعث فى العبادات والعقود والفسوخ والتروك، تاسعا ۔ النية فى العبادات: هل هى شرط أو ركن؟)

www.idaraghufran.org

خلیل بن اسحاق مالکی مصری (المتوفی: 776ہجری) نے ’’التوضیح فی شرح المختصر الفرعی ‘‘میں مالکیہ کے نزدیک قربانی کا جانور خریدنے پر قربانی کے عدمِ وجوب کو ترجیح دی ہے، اور وجوب کے قول کے معتمد ہونے کی تردید کی ہے۔ [1]

---

[1] وذكر أنها تجب بثلاثة أمور :اثنان مختلف فيهما، والثالث متفق عليه.
فالأولان :الأول منهما :التزام اللسان؛ أى :مع النية وإلا فاللفظ وحده يكفى .والثانى :النية مع الشراء ، ولا يريد خصوصية الشراء بل فعل مع النية أى فعل كان، وذكر أن هذا هو المعروف .وفى الجواهر :إذا قال جعلت هذه الشاة أضحية تعينت .وحكى القاضى أبو الوليد فى المذهب قولاً بأنها لا تجب إلا بالذبح .انتهى.
وفى قوله" :حكى الباجى "قولاً .نظرٌ؛ لأنه المذهب عند الباجى، ففى الباجى :ولا تتعين الأضحية بشرائها لذلك على سبيل الوجوب، وإنما تتعين على سبيل الوجوب بالذبح .وقال إسماعيل: وقبل فرى الأوداج؛ لأنه قد وجد منه النية والفعل .وقد قال إسماعيل وجماعة من شيوخنا :تتعين بالنية والقول باللسان، وتجب بذلك كما تجب
بالذبح، ويكون ذلك فيها كالإشعار والتقليد فى الهدى .انتهى .وفى البيان :لا تجب عند مالك بالتسمية .وقد قال إسماعيل القاضى :إذا قال" :أوجبتها أضحية "تعينت .وهو بعيد .ولا تتعين عند مالك إلا بالذبح، قال :وقال إسماعيل :لا يلزمه بدلها إذا تعينت .وفى المقدمات :لاتجب إلا بالذبح بخلاف الهدى الذى يجب بالتقليد والإشعار.
وقد روى ابن القاسم عن مالك فى العتبية ما يدل على أنها تجب بالتسمية قبل الذبح فقال :لا تُجَزُّ الضحية بعد أن تسمى، فإن فعل انتفع بصوفها ولم يبعه .وقال سحنون :أشهب :لا بأس ببيعه إذا جزه قبل الذبح، وخفف ذلك.
أصبغ :وهو الذى يأتى على أنها لا تجب إلا بالذبح، وهو المشهور فى المذهب .انتهى .فصرح بأن المشهور عدم تعيينها بالتسمية، وحمل فى البيان رواية ابن القاسم على الاستحباب .وفى التنبيهات :وقوله فى المدونة -فى الذى إذا ذبح أضحيته، فاضطربت فانكسرت رجلها أو أصابت السكين عينها-أنها لا تجزئه ظاهرٌ بين أنها لا تتعين بالنية والقصد والتسمية إلا بذكاتها؛ إذ ليس فى التعيين أوضح من إضجاعها للذبح، خلاف ما ذهب إليه البغداديون من أنه إذا عينها أضحية تعينت كالهدايا، ولم يجز له بدلها، ولم يضره ما حدث بها من عيب .انتهى.
وقال ابن يونس بعد قول إسماعيل :وهذا القول أحسن غير أن ظاهر قول مالك خلافه .وقد قال فى الموازية فيمن اشترى أضحيته سليمة وأوجبها، فلم يذبحها حتى نزل بها عيب لا تجوز به فى الضحايا :أنها لا تجزئه بخلاف الهدى بعد التقليد والإشعار، وذلك أن الضحايا لا تجب إلا بالذبح .انتهى .وفى الذخيرة :المشهور أنها لا تتعين إلا بالذبح أو بالنذر .وعلى هذا قول المصنف المعروف ليس بجيد؛ لأن المعروف خلافه .وقوله :(وَبِالذَّبْحِ) معطوف على قوله :(بِالْتِزَامِ اللِّسَانِ) أى :وتجب بالذبح، وهذا هو الثالث ولا خلاف فيه وَإِذَا لَمْ يُوجِبْهَا جَازَ بَدَلُهَا بِخَيْرٍ مِنْهَا لا بِدُونٍ وَلَعَلَّهُ عَلَى الْكَرَاهَةِ وَإِلا فَمُقْتَضَاهُ جَوَازُ التَّرْكِ(التوضيح فى شرح المختصر الفرعى لابن الحاجب، ج۳،ص ۲۵۱، كتاب الأُضْحِيَّةِ)

www.idaraghufran.org

پس شافعیہ وحنابلہ کے مذہب کے مطابق اور متعدد مالکیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ قربانی کی نیت سے جانور خریدنے سے اس کی قربانی متعین اور واجب نہیں ہوتی، جبکہ مالکیہ کا ایک قول واجب ہونے کا ہے۔ [1]

---

[1] وهل تتعين الأضحية بالنية؟ قال الحنفية :إن كان فقيرا، وقد اشتراها بنية الأضحية، تعينت، فليس له بيعها .وإن كان غنيا لم تتعين، وصحح ابن نجيم فى الأشباه أنها تتعين مطلقا، والصحيح لدى غيره أنها لا تتعين مطلقا، ولو فى غير أيام الذبح، ويتصدق بها.

وتتعين الأضحية فى مذهب الشافعية وفى قول عند المالكية بقول مشتريها :هذه أضحية، أو جعلتها أضحية، فيتعين عليه ذبحها، لزوال ملكه عنها بذلك القول .وتتعين الأضحية عند المالكية إما بالذبح أو بالنية قبله، على خلاف فى المذهب، كما بينا، والمعتمد المشهور فى المذهب :أن الأضحية لا تجب إلا بالذبح فقط، ولا تجب بالنذر(الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ للزحيلي، ج ا ،ص ٢٢٦ ،مقدمات ضرورية عن الفقه، المطلب الثانى عشر۔ النية والباعث فى العبادات والعقود والفسوخ والتروك،تاسعا۔ النية فى العبادات: هل هى شرط أو ركن؟)

الأضحية عند الحنفية نوعان :واجبة وتطوع .

أما الواجبة :فهى أولا ــ المنذورة كأن يقول المرء :لله على أن أضحى شاة، أو بدنة (ناقة) أو هذه الشاة، أو هذه البدنة، أو جعلت هذه الشاة ضحية أو أضحية، سواء أكان القائل غنيا أم فقيرا.

وثانيا۔ المشتراة للأضحية إذا كان المشترى فقيرا .فإن اشترى فقير شاة بنية الأضحية، صارت واجبة؛ لأن الشراء للأضحية ممن لا أضحية عليه، يجرى مجرى الإيجاب، وهو النذر بالتضحية عرفا.

وثالثا۔ المطلوبة من الغنى دون الفقير فى كل عيد، من غير نذر ولا شراء للأضحية، بل شكرا لنعمة الحياة، وإحياء لميراث الخليل عليه السلام حين أمره الله تعالى بذبح الكبش فى أيام العيد، فداء عن ولده، ومطية على الصراط ، ومغفرة للذنوب، وتكفيرا للخطايا.

وإن ولدت الأضحية ولدا يذبح ولدها مع الأم، وإن باعه يتصدق بثمنه، لأن الأم تعينت للأضحية.

وأما التطوع :فأضحية المسافر، والفقير الذى لم يوجد منه النذر بالتضحية، ولا الشراء للأضحية، لانعدام سبب الوجوب وشرطه.

وقال ابن جزى المالكى: تتعين الأضحية وتصبح واجبة بالذبح اتفاقا، وبالنية قبله على خلاف فى المذهب، وبالنذر إن عينها له اتفاقا، فإذا قال :جعلت هذه أضحية، تعينت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حنفیہ کا قول

جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے، تو حنفیہ کی مشہور ظاہر الروایۃ کے مطابق اگر غریب (یعنی غیر صاحبِ نصاب) شخص، قربانی کی نیت سے جانور خرید لے، تو یہ بحکمِ نذر ہے، اور اس پر اِس جانور کی قربانی واجب ہوجاتی ہے، برخلاف غنی کے۔

البتہ حنفیہ کی ایک روایت کے مطابق فقیر وغیر صاحبِ نصاب کے خریدنے سے بھی واجب نہیں ہوتی، اس کو بھی بعض حضرات نے حنفیہ کی ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے۔

جبکہ بعض حنفیہ کے بقول غنی اور فقیر دونوں کے خریدنے سے قربانی واجب ہوجاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾علی أحد قولين، فإن ماتت فلا شيء عليه علی كلا القولين، وإن باعها لزمه أن يشتری بثمنها كله أخری.

لكن قال الدردير والدسوقی المالكيان : المعتمد المشهور فی المذهب :أن الأضحية لاتجب إلا بالذبح فقط، ولاتجب بالنذر .وقالا أيضا :يندب ولايجب علی المعتمد ذبح ولد الأضحية الذی ولد قبل ذبح أمه؛ لأن الأضحية لاتتعين عندهم إلا بالذبح، ولاتتعين بالنذر.

وقال الشافعية فی الصحيح والحنابلة : إن نوی الشراء للأضحية ولم يتلفظ بذلك لاتصير به أضحية؛ لأن إزالة الملك علی سبيل القربة لاتحصل بذلك، وإنما تجب الأضحية إما بالنذر، مثل لله علی، أو علی أن أضحی بهذه الشاة، أو بالتعيين بأن يقول: هذه أضحية أو جعلتها أضحية، لزوال ملكه عنها بذلك .والجعل بمعنی النذر، فتصير واجبة، ويحرم حينئذ الأكل منها، ولايقبل القول بإرادة التطوع بها .فإن قال :أضحية إن شاء الله لم تتعين ولم تجب .وإشارة الأخرس المفهمة كنطق الناطق .ولايجوز تأخيرها للعام القابل، وتعين ذبحها وقت الأضحية.

وإن ولدت الأضحية المعينة أو المنذورة، فولدها تابع لها، يذبح معها، وحكمه حكمها، سواء أكان حملا عند التعيين أم حدث بعده .ولايشرب صاحبها من لبنها إلا الفاضل عن ولدها، فإن لم يفضل عنه شیء لم يكن له أخذه(الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ، ج۴، ص۲۷۰۷، القسم الأول :العبادات، الباب الثامن، الفصل الأول، المبحث الأول، المطلب الثانی)

[1] وكذلك المعسر إذا اشتری شاة ليضحی بها فلم يضح حتی مضی الوقت؛ لأن الشراء للأضحية من الفقير كالنذر بالتضحية وأما الموسر إذا اشتری شاة للأضحية فكذلك الجواب،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس سلسلہ میں حنفیہ کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابنِ نجیم حنفی (المتوفیٰ: 970ہجری) فرماتے ہیں:

وهل تتعين الأضحية بالنية؟ قالوا :إن كان فقيرا وقد اشتراها بنيتها تعينت فليس له بيعها وإن كان غنيا لم تتعين.والصحيح أنها تتعين مطلقا (الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرِ،ص ٢٠،الفن الأول :القواعد الكلية،النوع الأول من هذه القواعد،القاعدة الأولى :لا ثواب إلا بالنية)

ترجمہ: اور کیا قربانی نیت کی وجہ سے متعین ہوجاتی ہے؟ فقہاء کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی فقیر ہو، اور اس نے قربانی کی نیت سے اضحیہ کو خریدا ہو، تو وہ متعین ہوجاتی ہے، جس کے بعد اس کو بیچنا جائز نہیں ہوتا، اور اگر غنی ہو، تو وہ متعین نہیں ہوتی، اور صحیح قول یہ ہے کہ وہ مطلقاً متعین ہوجاتی ہے (الاشباہ)

شہاب الدین احمد بن محمد مکی حموی (المتوفیٰ: 1098ہجری) علامہ ابنِ نجیم کی مذکورہ عبارت کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قوله :تعينت إلخ.

بشرط أن يتلفظ الفقير بلسان.وأما إذا لم يتلفظ فلا تتعين.

قوله :والصحيح إلخ .قيل لا يلزم إذا نوى به أن يضحى .مالم يتلفظ وقت شرائها.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن المشايخ من قال هذا الجواب فى المعسر؛ لأن الشاة المشتراة للأضحية من المعسر تتعين للأضحية؛ فأما من الموسر فلا تتعين بدليل أنه يجوز له التضحية بشاة أخرى فى الوقت مع بقاء الأولى وتسقط عنه الأضحية، والصحيح أنها تتعين من الموسر أيضا بلا خلاف بين أصحابنا، فإن محمدا -رحمه الله -ذكر عقيب جواب المسألة، وهذا قول أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله وقولنا(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،ج٥،ص٦٨،كتاب التضحية،فصل فى أنواع كيفية الوجوب)

www.idaraghufran.org

لو كان المشترى غنيا لا تجب باتفاق الروايات فله بيعها وإن فقيرا، ذكر فى الشافى أنها تتعين بالنية وعند الجمهور لا .إلا أن يقول بلسانه على أن أضحى بها (غمز عيون البصائر فى شرح الأشباه والنظائر، ج ا ،ص ۷۴،الفن الأول :القواعد الكلية،النوع الأول من هذه القواعد،القاعدة الأولى :لا ثواب إلا بالنية)

ترجمہ: ابنِ نجیم کا یہ قول کہ (قربانی کی نیت سے خریدنے پر) متعین ہوجاتی ہے، اخیر تک۔

اس کی شرط یہ ہے کہ فقیر اپنی زبان سے تلفظ کرے، اور اگر تلفظ نہ کرے، تو نیت سے متعین نہیں ہوتی۔

اور ابنِ نجیم کا یہ قول کہ صحیح یہ ہے (کہ مطلقاً متعین ہوجاتی ہے) اس سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ قربانی کی نیت کرنے سے لازم نہیں ہوتی، جب تک کہ خریدنے کے وقت زبان سے تلفظ نہ کرے۔

اگر خریدنے والا غنی ہو، تو تمام روایات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسے بیچنا جائز ہوتا ہے، اور اگر فقیر ہو، تو شافی میں یہ مذکور ہے کہ نیت کرنے سے متعین ہوجاتی ہے، اور جمہور کے نزدیک متعین نہیں ہوتی، مگر یہ کہ اپنی زبان سے یہ کہے کہ مجھ پر اس کی قربانی کرنا واجب ہے (غمز عیون البصائر)

برہان الدین محمود بن احمد (المتوفیٰ: 616ہجری) فرماتے ہیں:

أجمع أصحابنا رحمهم الله :أن الشاة تصير واجبة الأضحية بالنذر بأن قال :لله على أن أضحى هذه الشاة، وأجمعوا على أنها لا تصير واجبة الأضحية بمجرد النية، بأن نوى أن يضحى هذه الشاة ولم يذكر بلسانه نيته، وهل تصير واجبة الأضحية بالشراء

بنية الأضحية؛ قال :إن كان المشترى غنيا لا تصير واجبة الأضحية باتفاق الروايات كلها؛ حتى لو باعها، واشترى أخرى، والثانية شر من الأولى جاز، ولا يجب عليه شيء .

وإن كان المشترى فقيرا ذكر شيخ الإسلام خواهر زاده فى شرح كتاب الأضحية أن فى ظاهر رواية أصحابنا تصير واجبة للأضحية.

وروى الزعفرانى عن أصحابنا :أنها لا تصير واجبة وإلى هذا أشار شمس الأئمة السرخسى رحمه الله فى شرحه ، وذكر شمس الأئمة الحلوانى فى شرحه :أن فى ظاهر رواية أصحابنا لا تصير واجبة الأضحية، وذكر الطحاوى فى مختصره :أنها تصير واجبة، وأما إذا صرح بلسانه وقت الشراء أنه اشتراها ليضحى بها، فقد ذكر شمس الأئمة الحلوانى أنها تصير واجبة (المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج٦، ص٨٧، كتاب الأضحية، الفصل الثانى فى وجوب الأضحية بالنذر، وما هو فى معناه)

ترجمہ: ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ بکری کی قربانی نذر ماننے کی وجہ سے واجب ہو جاتی ہے، مثلاً جب زبان سے یوں کہے کہ میرے اوپر اللہ کے لیے اس بکری کی قربانی کرنا واجب ہے۔

اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ صرف نیت کرنے سے قربانی واجب نہیں ہوتی، یعنی جب یہ نیت کرے کہ اس بکری کی قربانی کرے گا، اور اپنی زبان سے نیت کا ذکر نہ کرے۔

اور کیا قربانی کی نیت سے جانور خریدنے سے وہ واجب ہو جاتی ہے؟

www.idaraghufran.org

تو اگر خریدنے والا غنی ہو، تو تمام روایات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قربانی واجب نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اگر اسے بیچ دے، اور دوسری خرید لے، اور دوسری بکری پہلی سے ہلکی ہو، تو جائز ہے، اور اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔

اور اگر خریدنے والا فقیر ہو، تو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے کتاب الاضحیۃ کی شرح میں یہ ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کی ظاہر الروایت کے مطابق قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

اور زعفرانی نے ہمارے اصحاب سے یہ روایت کیا ہے کہ مذکورہ صورت میں قربانی واجب نہیں ہوتی، اور اسی کی طرف شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں اشارہ کیا ہے، اور شمس الائمہ حلوانی نے اپنی شرح میں یہ ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کی ظاہر الروایت کے مطابق مذکورہ صورت میں (یعنی جبکہ قربانی کی نیت سے فقیر خریدے) قربانی واجب نہیں ہوتی، اور طحاوی نے اپنی مختصر میں اس کا واجب ہونا ذکر کیا ہے، البتہ اگر خریدنے کے وقت اپنی زبان سے اس بات کی تصریح کر دے کہ وہ اس کو قربانی کرنے کے لیے خرید رہا ہے، تو شمس الائمہ حلوانی نے اس کا واجب ہونا ذکر کیا ہے (المحیط البرہانی)

برہان الدین محمود بن احمد رحمہ اللہ نے "المحیطُ البرھانی" کی ہی کتاب المناسک میں، امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب الاصل کی ایک عبارت سے استدلال کرتے ہوئے بعض مشائخِ حنفیہ سے نقل کیا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کی اس عبارت سے فقیر کے بنیتِ اضحیۃ بکری خرید لینے پر، اس کی قربانی لازم ہونے کا بطلان لازم آتا ہے۔ [1]

---

[1] قال في الأصل :وإذا سرق هدى رجل فاشترى مكانها أخرى وقلدها وأوجبها، ثم وجد الأول فإن نحرها، فهو أفضل؛ لأنه أوجبها الأول على نفسه مطلقا وأوجبها الثاني بنية إسقاط الواجب، وتبين أنه ليس عليه حين وجد الأول، فالأفضل في مثل هذا المعنى، كما إذا شرع في صوم أو صلاة على ظن أنه عليه ثم تبين أنه ليس عليه، فإن نحر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

محمد بن حسین طوری (المتوفیٰ: 1138ہجری) نے ’’البحرُ الرائق ‘‘کے ’’تکملة‘‘ میں فرمایا کہ:

ولم يذكر بلسانه شيئا فاشترى شاة بنية الأضحية إن كان المشترى غنيا لا تصير واجبة باتفاق الروايات فله أن يبيعها ويشترى غيرها، وإن كان فقيرا ذكر شيخ الإسلام خواهر زاده فى ظاهر الرواية تصير واجبة بنفس الشراء وروى الزعفرانى عن أصحابنا لا تصير واجبة وأشار إليه شمس الأئمة السرخسى فى شرحه، وإليه مال شمس الأئمة الحلوانى فى شرحه وقال :إنه ظاهر الرواية ولو صرح بلسانه -والمسألة بحالها -تصير واجبة بشراء نية الأضحية إن كان المشترى فقيرا (تكملة البحر الرائق، ج٨،ص ١٩٩، كتاب الأضحية)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأول وباع الآخر أجزأه، وإن نحر الآخر وباع الأول، فإن كان قيمة الآخر مثل قيمة الأول وأكثر فلا شىء عليه، وإن كان أقل يتصدق بفضل ما بينهما.

قال فى الأصل :عقيب هذه المسائل :وهدى المتعة والتطوع فى هذا، قالوا :وما ذكر محمد رحمه الله يبطل قول من قال بأن من الفقير إذا اشترى شاة بنية الأضحية فضلت فاشترى بأخرى، ثم وجد الأولى، أنه يلزمه أن يضحى بهما لأن الشراء بنية الأضحية بمنزلة النذر فكأنه نذر أن يضحى بالأخرى ووجه الإبطال أن محمد رحمه الله نص هنا على أن له بيع الآخر، وإن كان هذا فى التطوع فى هذا الواجب سواء .

وفى المنتقى :قال عيسى بن أبان فى نوادره :قلت لمحمد :رجل قلد بدنة تطوعا فضلت منه، ثم اشترى مكانها أخرى هى أفضل منها وقلدها وأوجبها، ثم وجد الأولى قال :إن نحر الأولى تصدق بفضل الثانية عليها، وكذلك فى الأضحية قلت :لو قلد بدنة تطوعا وأوجبها فضلت منه، ثم اشترى مكانها بدنتين كل واحدة منهما أفضل من الأولى فقلدهما جميعا، ثم وجد الأولى، قال :أحب إلى أن ينحرهن جميعا، وإن لم يفعل ينحر الأولى وإحدى هاتين، وأمسك إحداهما، والله أعلم(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج٢،ص ٤٩٢، كتاب المناسك، الفصل الثامن عشر :فى التزام الهدى والبدنة وما يتصل بذلك)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور اگر اپنی زبان سے کچھ ذکر نہیں کیا، پھر قربانی کی نیت سے بکری خریدی، تو اگر خریدار غنی ہے، تو قربانی واجب نہیں ہوگی، اس پر تمام روایات کا اتفاق ہے، لہٰذا اس کو اس بکری کا فروخت کرنا، اور دوسری بکری کا خریدنا جائز ہے، اور اگر وہ شخص فقیر تھا، تو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ظاہر الروایت کے طور پر صرف خریدنے سے واجب ہونا ذکر کیا ہے، اور زعفرانی نے ہمارے اصحاب سے واجب نہ ہونا ذکر کیا ہے، اور اسی کی طرف شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں اشارہ کیا ہے، اور اسی کی طرف شمس الائمہ حلوانی نے اپنی شرح میں اپنا میلان ظاہر کیا ہے، اور فرمایا کہ ظاہر الروایت یہی ہے، اور اگر مذکورہ مسئلہ میں اپنی زبان سے تصریح کردی، تو پھر قربانی کی نیت سے خریدنے پر واجب ہوجائے گا، بشرطیکہ خریدار فقیر ہو (تکملة البحر الرائق)

''احسنُ الفتاویٰ'' میں ایک سوال کے تفصیلی جواب کے ضمن میں ہے کہ:

شراءُ الفقیر بنیة الاضحیة کے موجبِ تضحیة ہونے میں اختلاف ہے، وجوب وعدمِ وجوب دونوں قول ہیں، اور دونوں ظاھرُ الروایة ہیں۔

والاول احوط واشھر واوفق لقاعدة ''الاحتیاط فی باب العبادات واجب'' والثانی اوسع وایسر واوفق لقاعدة ''ان النذر لاینعقد حتی یتلفظ بصیغة الالتزام والایجاب''

(یعنی وجوب کا قول زیادہ احتیاط والا اور زیادہ مشہور ہے، اور اس قاعدہ کے موافق ہے کہ عبادات کے باب میں احتیاط واجب ہے، اور عدمِ وجوب کا قول زیادہ وسعت اور آسانی والا ہے، اور اس قاعدہ کے موافق ہے کہ نذر اس وقت تک منعقد نہیں ہوتی، جب تک التزام اور ایجاب کے صیغہ کے ساتھ زبان سے تلفظ نہ کیا جائے) (احسن الفتاویٰ جلد ۷ صفحہ ۵۲۹، ۵۳۰)

www.idaraghufran.org

خلاصہ

گزشتہ تفصیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ جمہور کے نزدیک قربانی کا جانور خریدنے سے قربانی واجب نہیں ہوتی۔

شافعیہ وحنابلہ کا تو یہی مذہب ہے، اور مالکیہ وحنفیہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

اور حنفیہ کے ہاں غریب کے قربانی کا جانور خریدنے کی صورت میں قربانی واجب ہونے اور نہ ہونے کے دونوں اقوال ظاھر الروایۃ کی طرف منسوب ہیں، اگرچہ بعض حضرات نے عدمِ وجوب کے قول کو غیر ظاھر الروایۃ یا نادرُ الروایۃ سے تعبیر کیا ہے۔

اور حنفیہ کی مشہور ظاھر الروایۃ وجوب ہی کی ہے، لیکن عدمِ وجوب کا قول بھی بے بنیاد نہیں ہے، بلکہ وہ معتمد حنفیہ سے مروی ہونے کے ساتھ ساتھ، جمہور فقہائے کرام کے قول کے مطابق بھی ہے، لہٰذا اگر کسی کا میلان اس قول کی طرف ہو، یا کسی ضرورت کی وجہ سے، اس پر فتویٰ دیا جائے، تو وہ بھی قابلِ نکیر نہیں ہوگا، کیونکہ گزشتہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوچکی کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے، جس میں دونوں طرف فقہی دلائل پائے جاتے ہیں۔

اور عدمِ وجوب کے دلائل بھی قابلِ اعتماد وقابلِ اطمینان ہے۔

ہمارا ذاتی رجحان بھی عدمِ وجوب کی طرف ہے، بالخصوص جب کہ کوئی اس قول پر عمل کا محتاج و ضرورت مند بھی ہو، تو اس کے لیے رعایت نہ دینا درست نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

www.idaraghufran.org

(2)

عند الحنفية شراءُ الفقير قبل ایام النحر کا حکم

اگر غریب (یعنی غیر صاحبِ نصاب) شخص قربانی کی نیت سے جانور خرید لے، تو حنفیہ کے مشہور قول، یا مشہور روایت کے مطابق یہ بحکمِ نذر ہے، اور اس پر اِس جانور کی متعین طور پر قربانی واجب ہوجاتی ہے، جیسا کہ گزشتہ مضمون میں ذکر کیا گیا۔

مگر علامہ شامی رحمہ اللہ نے ''الفتاویٰ التتار خانیة '' کی ایک عبارت نقل کی ہے، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غریب کے قربانی کے دن شروع ہونے سے پہلے قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی صورت میں اس پر، اس جانور کی قربانی واجب نہیں ہوتی۔

اور بعض اردو فتاویٰ میں بھی اسی کے مطابق حکم مذکور ہے۔

اب اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

''ردُّ المحتار '' کا حوالہ

علامہ شامی رحمہ اللہ ''ردُّ المحتار ''میں فرماتے ہیں:

(قوله لوجوبها عليه بذلک) أی بالشراء وهذا ظاهر الرواية لأن شرائه لها يجری مجری الإيجاب وهو النذر بالتضحية عرفا کما فی البدائع .ووقع فی التتارخانية التعبير بقوله شراها لها أيام النحر، وظاهره أنه لو شراها لها قبلها لا تجب ولم أره صريحا فليراجع(رد المحتار، ج۶ ص ۳۲۱، کتاب الاضحية، دارالفکر، بيروت)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اولاً تو شراءِ فقیر کے سببِ وجوب ہونے کی وضاحت فرمائی، کہ وہ شراء بنیتِ اضحیة ہے، اور اس کے بعد اس کو ظاهرُ الرواية قرار دیا، اور پھر مزید توضیح

کرتے ہوئے فرمایا کہ فقیر کا بنیتِ اضحیہ شراء عرفاً نذر بالتضحیۃ کے قائم مقام ہے۔

پھر علامہ شامی رحمہ اللہ نے ''الفتاویٰ التتار خانیۃ'' میں ایامِ نحر کی قید کے ساتھ تعبیر کا تذکرہ فرمایا، اور پھر ''الفتاویٰ التتار خانیۃ'' کی عبارت کے ظاہر سے یہ مفہوم ہونا بتلایا کہ اگر فقیر، ایامِ نحر سے قبل جانور خرید لے، تو قربانی واجب نہیں ہوگی، لیکن ساتھ ہی علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمادیا کہ میں نے اس بات کی (یعنی ایامِ نحر سے قبل شراء الفقیر کی صورت میں عدمِ وجوب کی) کہیں صراحت نہیں دیکھی، لہٰذا دیگر حضرات کو چاہیے کہ وہ مراجعت فرمالیں۔

حنفیہ کی دیگر کتبِ فقہ کا حوالہ

ہم نے علامہ شامی رحمہ اللہ کی منشاء کے مطابق دیگر کتبِ فقہ میں مراجعت کی، تو ہمیں بھی حنفیہ کی کتب میں اس کی کہیں صراحت نہیں مل سکی، بلکہ دیگر کتبِ فقہ میں بھی مشہور ظاھر الروایۃ کے مطابق ''شراءُ الفقیر بنیۃِ اضحیۃ'' کو ہی سببِ وجوب قرار دیا گیا ہے، اور ایامِ نحر کو سببِ وجوب میں دخیل نہیں مانا گیا۔ [1]

---

[1] (ولنا) أن الشراء للأضحية ممن لا أضحية عليه يجرى مجرى الإيجاب وهو النذر بالتضحية عرفا؛ لأنه إذا اشترى للأضحية مع فقره فالظاهر أنه يضحى فيصير كأنه قال :جعلت هذه الشاة أضحية، بخلاف الغنى؛ لأن الأضحية واجبة عليه بإيجاب الشرع ابتداء فلا يكون شراؤه للأضحية إيجابا بل يكون قصدا إلى تفريغ ما فى ذمته ولو كان فى ملك إنسان شاة فنوى أن يضحى بها أو اشترى شاة ولم ينو الأضحية وقت الشراء ثم نوى بعد ذلك أن يضحى بها لا يجب عليه سواء كان غنيا أو فقيرا؛ لأن النية لم تقارن الشراء فلا تعتبر(بدائع الصنائع، ج٥، ص٦٢، كتاب التضحية، صفة التضحية)

الشراء من الفقير للأضحية بمنزلة النذر فإذا هلكت فقد هلك محل إقامة الواجب فيسقط عنه وليس عليه شىء آخر بإيجاب الشرع ابتداء لفقد شرط الوجوب وهو اليسار(بدائع الصنائع، ج٥، ص٦٦، كتاب التضحية، فصل فى انواع كيفة الوجوب)

لأن الشراء من الفقير بنية الأضحية بمنزلة النذر عرفا، وعادة؛ لأنا لا نجد فى العرف فقيرا اشترى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اب جو حنفیہ شراءُ الفقیر بنیة الاضحیة کے وجوب میں ایامِ نحر کو دخیل مانتے ہیں، ان کی طرف سے جب تک شراءُ الفقیر بنیة الاضحیة کے ساتھ کسی معتبر سند و قاعدہ سے ایامِ نحر کا دخیل ہونا واضح نہ کیا جائے، اس وقت تک اس تحقیق کو قبول کرنے میں تأمل ہے۔

اور فقہائے حنفیہ کی شراءُ الفقیر بنیة الاضحیة سے متعلق عبارات سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر قاعدہ واصول پر غور کیا جائے تو بھی فقیر کے حق میں سببِ وجوب کا شراء ہونا ہی اصل معلوم ہوتا ہے، کیونکہ حنفیہ کی مشہور روایت کی علت و دلیل بیان کرتے ہوئے متعدد مشائخ کی طرف سے شراءُ الفقیر کو عرفاً وعادتاً نذر کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اصل اور حقیقی سببِ وجوب نذر ہے، اور شراءُ الفقیر بنیة الاضحیة حکماً نذر ہے۔ [1]

تو جس طرح حقیقی نذر میں ایامِ نحر کا دخل نہیں، اسی طرح عادتاً وعرفاً نذر (شراءُ الفقیر بنیةِ الاضحیة) میں بھی ایامِ نحر کا دخل نہیں ہونا چاہیے۔

اور حنفیہ کے متعدد اردو فتاویٰ میں بھی اسی اطلاق کے ساتھ (بغیر ایامِ نحر کی قید کے) یہ مسئلہ مذکور ہے، بلکہ بعض فتاویٰ میں تو ایامِ نحر سے قبل کی صورت میں بھی واجب ہونے کی تصریح

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شيئا للأضحية إلا ويضحى بها لا محالة فكان بها ملتزما(تبيين الحقائق، ج٦، ص٧، كتاب الأضحية، باب مايضحى به)

لأن الوجوب على الغني بالشرع ابتداء لا بالشراء فلم تتعين به، وعلى الفقير بشرائه بنية الأضحية فتعينت(الهداية، ج٤، ص ٣٥٩، كتاب الاضحية، على من تجب الاضحية)

فالمشترى للأضحية إذا كان المشترى فقيرا، بأن اشترى فقير شاة ينوى أن يضحى بها، وإن كان غنيا لا تجب عليه بشراء شيء، ولو ملك إنسان شاة فنوى أن يضحى بها، أو اشترى شاة ولم ينو الأضحية وقت الشراء ثم نوى بعد ذلك أن يضحى بها لا تجب عليه سواء كان غنيا أو فقيرا(الفتاوىٰ الهندية، ج٥ ص ٢٩١، كتاب الاضحية، الباب الاول)

لأن الوجوب على الغنى بالشرع ابتداء فلم يتعين به وعلى الفقير بشرائه بنية الأضحية فتعينت(مجمع الانهر، ج٢، ص ٥٢٠، كتاب الاضحية)

[1] سبب الوجوب هو النذر(بدائع الصنائع، ج٥ص ٩٤، كتاب النذر، فصل فى حكم النذر)

ہے، جس سے معلوم ہوا کہ تاتارخانیہ میں ایامِ نحر کی قید احترازی نہیں ہے، بلکہ اتفاقی ہے۔

’’کفایتُ المفتی‘‘ کا حوالہ

چنانچہ’’کفایتُ المفتی‘‘میں ہے کہ:

قربانی کا جانور خواہ پہلے سے متعین کردیا جائے خواہ ایامِ قربانی میں خرید کیا جائے، دونوں صورتیں برابر ہیں، لیکن اگر متعین کرنے والا یا بنیتِ قربانی خریدنے والا صاحبِ نصاب نہیں، تو اس پر اسی جانور کی قربانی کرنا واجب ہوجاتا ہے (کفایت المفتی مدلل مکمل مع عنوانات، جلد ہشتم، صفحہ ۱۹۷، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی)

’’احسنُ الفتاویٰ‘‘ کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ نے مفصل ومدلل انداز میں اسی موقف کو راجح قرار دیا ہے، اور تاتارخانیہ کی عبارت کا بھی معقول جواب تحریر فرمایا ہے۔

چنانچہ’’احسنُ الفتاویٰ‘‘میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقہ پر ہے:

سوال: شامیہ میں ہے:

ووقع فی التتارخانیة التعبیر بقوله شراها ایام النحر وظاهره انه لو شراها لها قبلها لاتجب ولم اره صریحافلیراجع.

ایامِ النحر کی قید اکثر عبارات میں نہیں ہے، آپ کا فتویٰ کیا ہے، کیا یہ قید معتبر ہے؟ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جو جانور ایامِ نحر سے پہلے کسی فقیر نے خریدا ہو، اس کی قربانی اس پر واجب نہ ہو، اس کا تبدیل کرنا جائز ہو۔

اسی طرح غنی کے لئے بھی ان ایام سے پہلے خرید کردہ جانور کا تبدیل کرنا مکروہ نہ ہو، اورکم قیمت میں بیع کی صورت میں زائد قیمت کا تصدق ذمہ میں نہ ہو۔

بینوا وتوجروا۔

www.idaraghufran.org

الجواب باسم ملهم الصواب

تاتارخانیہ میں ''ایامِ نحر'' سے ''قبل مضیی ایام النحر '' مراد ہے، یہ قید احترازی نہیں، بلکہ قیدِ واقعی ہے، اس سے قبل لو ترکت التضحیة و مضت ایامها میں ''ایام النحر '' کا ذکر تھا، اسی سیاق میں یہاں بھی آ گیا، احتراز مقصود نہیں، اس پر مندرجہ ذیل قرائن ہیں:

(۱)......دوسری کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔

(۲)......یہ جزئیہ ترکُ التضحیة ایام النحر کے بیان میں ہے، اگر یہ قید احترازی ہوتی تو شراءُ الفقیر کی مستقل بحث میں بھی اس کا ذکر لازماً ہوتا، جو اس کا اصل موقع ہے، جبکہ وہاں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

(۳)......نذر حقیقتاً کی صحت میں ایامِ نحر کی قید نہیں، تو نذر دلالتاً یعنی شراء الفقیر میں اس تقیید کی کوئی وجہ معقول نہیں۔

(۴)......خانیة کے جزئیۂ ذیل میں قبل ایام النحر کے الفاظ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایامِ نحر سے قبل بھی شراء الفقیر بمنزلۂ نذر ہے۔

واذا اشترى شاة للاضحية ثم باعها واشترى اخرى فى ايام النحر (الى قوله) وعن محمد رحمه الله تعالىٰ فى المنتقى اذا اشترى شاة ليضحى بها واضمر نية التضحية عند الشراء تصير أضحية كما نوى، فإن سافر قبل أيام النحر وباعها سقطت عنه الأضحية بالمسافرة، و أما إذا اشترى بغير نية الأضحية ثم نوى الأضحية بعد الشراء لم يذكر هذا فى ظاهر الرواية و روى الحسن عن أبى حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا تصير أضحية لو باعها يجوز بيعها و به نأخذ (خانية بهامش الهندية صفحه ۳۴۶، جلد۳)

نیز اس میں یہ بھی ظاہر ہے کہ قبل ایام النحر سے قبل مضیی ایام النحر مراد ہے۔

وكذا فى قوله: اذا اشترى الغنى اضحية فضلت فاشترى اخرى ثم وجد الاولى

www.idaraghufran.org

فی ایام النحر کان له ان یضحی بایتهما شاء (صفحه ۳۴۷)

اس سے ثابت ہوا کہ یہ سب جزئیات قبل مضیی الایام سے متعلق ہیں، قبل المجیٔ سے احتراز مقصود نہیں۔

تنبیہ: شراء الفقیر بنیۃ الاضحیۃ کے موجبِ تضحیۃ ہونے میں اختلاف ہے، وجوب وعدمِ وجوب دونوں قول ہیں، اوردونوں ظاھرُ الروایۃ ہیں۔

والاول احوط واشهر واوفق لقاعدة "الاحتیاط فی باب العبادات واجب" والثانی اوسع وایسر واوفق لقاعدة "ان النذر لاینعقد حتی یتلفظ بصیغة الالتزام والایجاب"

(احسن الفتاوی جلد۷ صفحہ ۵۲۹، ۵۳۰)

اس سلسلہ میں حنفیہ کا راجح قول

پس مذکورہ تفصیل کی روشنی میں بظاہر راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کی مشہور روایت کے مطابق شراء الفقیر کے وجوب میں ایامِ نحر کو دخل نہیں ہے۔

اورجن فتاویٰ میں اس کا دخل مذکور ہے، وہ حنفیہ کے قواعدودلائل کی رو سے راجح نہیں ہیں۔

اور یہ سب تفصیل حنفیہ کی مشہور ظاھرُ الروایۃ کے مطابق ہے، ورنہ ایک دوسری روایت جس کے مطابق ''شراءُ الفقیر'' وجوب کا سبب اور بحکمِ نذر نہیں، اس کے مطابق اوراسی طرح غیرحنفیہ کے نزدیک مطلقاً وجوب کا سبب نہیں۔ کما مر فی الابتداء۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان خان

15/شوال/1438ھ 11/جولائی/2017ء بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org